بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہیں رہیں گے

ہمارا کیا ہے چراغِ خاکِ گماں ہیں فرحؔ
فلک پہ تارے بھی کہکشاں میں نہیں رہیں گے

نہیں رہیں گے

فرح ملک

سُخن سرائے پبلی کیشنز۔ ملتان
sukhan.saraye@gmail.com
0301-7434323,0333-6151765

جملہ حقوق محفوظ ہیں:
اس کتاب کا کوئی حصہ بھی شاعرہ/پبلشر کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع یا براڈ کاسٹ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال پیش آئی تو شاعرہ/پبلشر کو قانونی کارروائی کا حق حاصل ہوگا۔

کتاب	-	نہیں رہیں گے
شاعرہ	-	فرح ملک
اشاعت اوّل	-	مارچ 2024ء
سرورق	-	ارشد عباس ذکی
کمپوزنگ	-	حسن کمپوزنگ، گلگشت ملتان
تعداد	-	300
قیمت	-	1500 روپے/بیرونِ ملک 10 پاؤنڈ
پرنٹر	-	شیر ربانی پرنٹنگ پریس، ملتان
بائنڈر	-	غلام مصطفیٰ بک بائنڈنگ، ملتان

برائے رابطہ
+44-7947805277
malikfarrah@ymail.com

Nahi Rahein Ge by Farrah Malik
ISBN: 978-969-9439-00-1

Farrah Publications
malikfarrah@ymail.com

انتساب

اورحان حمزہ کے نام

جو ہماری فیملی کا بہادر اور منظورِ نظر بچہ ہے

علی حسن، عرصم حمزہ
اور
سالار حسن کے نام
جو فیملی کی رونق ہیں

یہ جسم جیون کے آستاں میں نہیں رہیں گے
سو ہم بھی اک دن ترے جہاں میں نہیں رہیں گے
غرور مت کر کہ ایک موسم خزاں کا بھی ہے
یہ گُل ہمیشہ تو گلستاں میں نہیں رہیں گے

فہرست

مضامین و آراء:

فرحؔ ملک کی پُر تاثیر شاعری	نعیم فاطمہ علوی	11
فرحؔ ملک۔خوش اسلوب شاعرہ	شازیہ رباب	17
چند باتیں۔۔۔	فرحؔ ملک	21

شاعری:

☆ مدینے والے کو سب کچھ بتانے جانا ہے (نعت) 23
☆ عشق کو جب سلام کر بیٹھے 25
☆ سلگ رہی ہے یہ پاک بستی اے میرے مالک 27
☆ یہ جسم جیون کے آستاں میں نہیں رہیں گے 29
☆ ڈرو نہیں تم کہ تیرگی کی ابھی سزاؤں کی ابتدا ہے 31
☆ مجھے سب یاد ہے وہ کس طرح تکرار کرتا تھا 33
☆ دل جو توڑا ہے ہمارا تو صدائیں کس لئے 35
☆ حادثے زیست میں رُونما ہو گئے 37
☆ نہ سندیس کوئی مرے نام آیا 39
☆ یہ ہجر کے لمحے قاتل ہیں ہمیں جیتے جی ہی مار گئے 41
☆ چلو اب دشمنِ جاں سے بھی اک دن کھیل کے دیکھیں 43
☆ اس نے ادائے ناز سے جب زہر پی لیا 45
☆ تم جو یوں اظہار کرو گے 47

☆ میں ڈرتی نہیں ہوں عداوت سے تیری 49
☆ سب کی خاطر تو آب ہو ہمدم 51
☆ نئے رشتے بنانے سے مجھے اب خوف آتا ہے 53
☆ خوابوں کی تعبیر نہیں ہے 55
☆ یہ محفل تو تمہاری تھی رقیبوں کو بُلایا کیوں 57
☆ دل تو کب کا ہو چکا تھل کی طرح 59
☆ میں کہتی ہوں غزل لیکن روانی ہی نہیں آتی 61
☆ خوابوں کو سُولی لٹکانا پڑتا ہے 63
☆ رسموں کو دیوار منافق لوگ کریں 65
☆ جو تیری یاد در آئی تو دل دھڑکا 67
☆ آج پھر سرمئی شام ڈھلنے لگی 69
☆ بن کے مسیحا کیسی دوا دے گیا مجھے 71
☆ کیا بتاؤں کہ وہ کیا لوگ تھے جانے والے 73
☆ کچھ ہیں ابھی بھی تازہ کچھ زخم بھر گئے ہیں 75
☆ اس دنیا میں کب ملتے ہیں پیارے، سچے، اچھے لوگ 77
☆ ہجر بُنتی وہ مکڑیاں تھیں سب 79
☆ صدیاں تو دور، ہم کو تو اک پل نہیں ملا 81
☆ گزرے دنوں کی یاد ستائے تمام شب 83
☆ میں اس سے دور ہوں کب ہم نشیں ہوں 85
☆ گلشن میں ہر سُو خار اُگاتے ہوئے ڈرو 87
☆ نیکی کی رہ چل تُو مرا ہاتھ تھام آ 89

☆ رنجش نہیں ہے کوئی تو کیوں بولتے نہیں 91
☆ غمِ دل کو بیاں کرنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے 93
☆ مجھے ننگے پاؤں بھٹکنے نہ دیتا 95
☆ درِ جاناں دمکتا واں ملے گا 97
☆ نینوں کی شرارت تھی ہم دل کو لگا بیٹھے 99
☆ ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی 101

نظمیں:

☆ نظام 105
☆ محبوب کی محبت 107
☆ حق کے مسافر 109
☆ خدا سے مکالمہ 111
☆ باردو کا دُکھ 114
☆ طبیب 117
☆ رشتہ 119
☆ تقاضا 121
☆ سنو 124
☆ خوش فہمی 126
☆ بادِ صبا 128
☆ عشق کی بندگی 130
☆ کوچۂ یار 133
☆ اپنے بیٹوں کے نام 136

☆ بھائی کے نام 139
☆ ماں 142
☆ خواب 144
☆ بہار 146
☆ دل کا شیشہ 147
☆ سوچ 150
☆ پاک وطن 152
☆ یہ طے ہے کرنا (پہلا حصہ) 154
☆ یہ طے کیا ہے (دوسرا حصہ) 156
☆ عورت 159
☆ ٹوٹی کرچیاں 161
☆ عشق 164

پنجابی/سرائیکی:

☆ توں تے میںڈی جان اے سوہنڑا 167
☆ دل وچ پیار دا اقرار ہونڑا چاہیدا 169
☆ کڑیئے نی کڑیئے 171
☆ او ہائی میڈے دل دا جانی 173

فرح ملک کی پُر تاثیر شاعری

خوبصورت خدوخال، دھیمے دھیمے مسکراتی ہوئی، بظاہر خاموش طبع، آنکھوں میں ذہانت کی جلتی ہوئی دو شمعیں سنبھالے، سر کے چاروں طرف کٹے ہوئے سلکی بال پھیلائے فرح ملک سے میری پہلی ملاقات قیصرہ علوی کے گھر پر ہوئی۔ انہوں نے تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ گلاسکو سے آئی ہیں۔ وہاں کی بہت متحرک شخصیت ہیں۔ شاعرہ بھی ہیں اور نثر نگار بھی۔ گلاسکو میں ریڈیو میں بھی کام کرتی ہیں۔

میں نے آنکھوں سے جھالر اٹھا کر دیکھا، مجھے فرح ملک کی پارہ طبیعت میں وہ سب کچھ نظر آیا جو ایک اچھی دوست میں ہونا چاہیے۔ بعد میں جب تفصیلی تعارف ہوا تو انہوں نے مجھے بہت ہی سکون سے مسکراتے ہوئے بتایا کہ میں کینسر سروائیور ہوں۔ دل میں محبت، احترام اور حیرت کا جذبہ پیدا ہوا مگر ان کے لب و لہجے اور نشست و برخاست میں کبھی ایسا کچھ نظر نہیں آیا کہ ان کے دل میں افسردگی، مایوسی یا پھر کسی شکستگی کا شائبہ تک بھی ہو۔

دکھوں کا ایک دریا تھا جو عبور کر لیا اور اب اس کی کوئی جھلک ان کے دل و دماغ پر نہ تھی۔ یہ بہادر لوگوں کی نشانی ہوتی ہے کہ وہ ہر رکاوٹ کو عبور کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہتے ہیں اور زندگی کو زندہ رہنے سے تعبیر کر کے رس کشید کرتے ہیں۔

میں ان دنوں لوک ورثہ میں ایک میوزک پروگرام ''اوپن مائیک'' کے نام سے کرتی تھی۔ فرح ملک خوشی سے اس پروگرام میں شامل ہوتیں اور اسے اپنے ریڈیو پروگرام کے لیے ریکارڈ بھی کر لیتیں۔ ابھی میری کچی پکی دوستی کو وقت نے قید نہیں کیا تھا کہ مجھے لندن جانا پڑا۔ ان دنوں فرح ملک گلاسکو میں تھیں۔ میں نے رابطہ کیا تو انہوں نے مجھے بہت کہا، نعیم گلاسکو آؤ۔ میرے پاس رہو۔ تمہیں بہت مزہ آئے گا، دل تو بہت چاہا کہ جاؤں اور وہاں اپنے چاچا سسر جو تقسیمِ ہند سے پہلے انجینئرنگ کرنے گلاسکو گئے اور پھر ٹی۔ بی کے مرض سے وفات پا کر گلاسکو میں ہی سپردِ خاک کر دیے گئے تھے، ان کی قبر پر فاتحہ پڑھوں۔ مگر میں شش و پنج میں رہی اور فرح ملک کے پاس جانے کا فیصلہ نہ کر سکی۔ اس کے بعد فرح ملک کے پاکستان آنے پر چیدہ چیدہ ملاقاتیں ہوتی رہیں اور ہم فیس بک پر گلاسکو میں ان کی گوناگوں مصروفیات بھی دیکھتے رہے۔ اپنے وطن کی محبت میں گندھی فرح ملک کے بچے تو کب کے پاکستان آ بسے تھے۔ اب وہ دونوں میاں بیوی اپنی ریٹائرمنٹ کا انتظار کر رہے تھے تاکہ وہ بھی زیادہ وقت پاکستان میں گزار سکیں۔

فرح ملک کی پاکستان کے حوالے سے لکھی ہوئی تیرہ سو صفحے کی ضخیم کتاب ''یادوں کا سفر۔ پاکستان'' بھی میں نے پڑھی۔ یادوں کا یہ سفر پورے پاکستان کا سفرنامہ ہے جو انہوں نے قریہ قریہ بستی بستی گھوم کر کیا۔ ملک کے ہر حصے کے کلچر کا ذائقہ اس میں موجود ہے۔ پھر کینسر کے دوران بسترِ مرض پر لکھی گئی نظم ''اجازت تم کو دیتی ہوں'' بھی ان سے سنی تھی جس میں عورت کی سچی، کھری اور حقیقت پسندانہ سوچ نمایاں تھی۔ ایسی منفرد سوچ کی حامل نظم فرح ملک کی تخلیقی اپچ کی معراج تھی جو ان کی پہچان بھی بنی۔

فرح ملک کے دو شعری مجموعوں ''اک لمبی جدائی'' اور ''اجازت تم کو دیتی ہوں'' کے بعد اب تیسرے مجموعہ میں ان کی غزلوں، نظموں، منقبت کا مسودہ دیکھ رہی ہوں تو یقین

جانئے بعض اشعار میں نے بار بار پڑھے۔ یوں لگا میرے دل کی پکار ہے۔ فرح ملک کی غزلوں میں تازگی، بات کہنے کا اچھوتا پن اور دل میں اُتر جانے کے تمام رنگ و روپ نظر آتے ہیں۔ وہ جیسی سچی، کھری اور مستقل مزاج شخصیت ہے، بالکل اسی طرح اس کا شعر بھی سچا، کھرا اور صداقت کا علم بردار ہے جو دل سے نکلتا ہے اور دل پر اثر کرتا ہے۔ بیٹوں کے نصیحت کی بات ہو، بیٹی کے احساسات کی بات ہو، ماں کی یادوں میں بھگی ہوئی رات ہو یا محبوب کی یاد میں سلگتا چراغ ہو، زمانے کے نشیب وفراز ہوں یا ہجر ووفا کی داستان ہو، ماضی کے دھندلکوں سے جھلکتی کہانیاں ہوں یا رویوں کے چبھتے کانٹے، انہیں ان سب کو بیان کرنے میں یکساں قدرت حاصل ہے۔

شاعر بہت ہی حساس ہوتا ہے اور ایک بڑا شاعر آفاقی اور ہمہ گیر پیغام کا پیامبر بھی ہوتا ہے۔ وہ صرف عصرِ حاضر کی بات نہیں کرتا بلکہ گزرے ہوئے زمانے کے ساتھ ساتھ آنے والے زمانے کا بھی نبض شناس ہوتا ہے۔ فرح ملک کے ہاں بھی یہ پیغامات جابجا ملتے ہیں۔

فرح ملک کی کتاب کا نام ''نہیں رہیں گے'' فنا کی بازگشت تو ہے مگر اس میں کردار کی پختگی کی دلیل کے ساتھ امر ہونے کا ثبوت بھی ہے۔ زندگی گزارنے کی تنبیہہ بھی ہے۔ عمرِ رواں میں زندگی کی ناپائیداری کا نوحہ بھی ہے جیسے کہ:

غرور مت کر کہ ایک موسم خزاں کا بھی ہے
یہ گُل ہمیشہ تو گلستاں میں نہیں رہیں گے

اسی غزل کے اور دو اشعار ملاحظہ کیجئے:

یہ جسم جیون کے آستاں میں نہیں رہیں گے
سو ہم بھی اک دن ترے جہاں میں نہیں رہیں گے

یہ لمحہ لمحہ جو چل رہے ہیں دلیر بن کر
یہ تیر سانسوں کے اب کماں میں نہیں رہیں گے

فرح ملک کے کچھ اور اشعار جنہیں میں نے بار بار پڑھا اور دل کے قریب محسوس کیا، آپ بھی سنئے:

؎ چبھی ہیں کرچیاں ایسی مری آنکھوں میں خوابوں کی
نئے سپنے سجانے سے مجھے اب خوف آتا ہے
پلٹ کر تُو نہ آیا جب مری اتنی صداؤں پر
کسی کو بھی بُلانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

ایک اور غزل میں کہتی ہیں:

؎ بہانہ کیسے کر دوں اس بھلی معصوم لڑکی سے
حقیقت تلخ ہے مجھ کو چھپانی ہی نہیں آتی
بھلے جتنا ڈرا مجھ کو محبت کے اندھیروں سے
کسی کی یاد دل سے اب بھلانی ہی نہیں آتی

؎ یہ ہے تیری گلی، اب یقیں آ گیا
سانس اُکھڑا ہوا، جاں نکلنے لگی

اور یہ کیا خوب سچ لکھا ہے:

؎ شیشے جیسی دنیا کو بھی نفرت سے
مَیلا یہ ہر بار منافق لوگ کریں
کانٹے لے کر پھرتے ہیں یہ مُٹھی میں
رستوں کو دشوار منافق لوگ کریں

اب اس غزل کا قافیہ ردیف بھی ملاحظہ فرمایئے:

نیکی کی رہ پہ چل تو مرا ہاتھ تھام آ
رب نے تجھے دیا ہے تو مفلس کے کام آ
نفرت جہاں پہ ہم کو کبھی بھی نہ چھو سکے
کرتے ہیں اس جگہ پہ ہم اپنا قیام آ

ان کی نظم ''خوش فہمی'' کے چند اشعار:

بچپن میں نانی دادی سے
اکثر سنتے رہتے تھے
کاگا جب منڈیر پہ بولے
کوئی مہماں آتا ہے
یا پھر آٹے کو گوندھیں
اور چٹکی سی جب دور گرے
تب کوئی اپنا آتا ہے
لیکن دونوں کام ہوئے
کاگا بول کے پار گیا تھا
آٹا اُڑ کے دور گیا تھا
لیکن وہ کب آیا تھا
دل کو میں نے یہ سمجھایا
فرح ایسی ساری باتیں
دل کو بس بہلاتی ہیں

فرح کے بے شمار اشعار ایسے ہیں جو اثر انگیزی میں حیرت ناک تاثیر رکھتے ہیں۔

میں اپنی بہت پیاری دوست کو اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد دیتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ انہیں صحت مند زندگی دے اور وہ اسی طرح گلہائے محبت کے موتی پروتی رہیں۔

نعیم فاطمہ علوی

فرحؔ ملک ۔ خوش اسلوب شاعرہ

یہ جسم جیون کے آستاں میں نہیں رہیں گے
سو ہم بھی اک دن ترے جہاں میں نہیں رہیں گے
غرور مت کر کہ ایک موسم خزاں کا بھی ہے
یہ گُل ہمیشہ تو گلستاں میں نہیں رہیں گے

فرح ملک صاحبہ کا شعری مجموعہ ''نہیں رہیں گے'' سامنے آیا تو کتاب کا نام پڑھتے ہی دل نے ان کی صحت وسلامتی اور درازئ عمر کے لئے دعا کا سہارا لیا۔ مجھے لگا کہ شاید ماضی میں ہونے والے شدید بیماری کے تجربے نے انہیں اندر سے کسی خوف میں مبتلا کر دیا ہے اور ساتھ ساتھ یہ ادراک بھی عطا کیا ہے کہ کائنات میں کسی شئے کو ثبات نہیں۔ یہ نام چیخ چیخ کر اعلان کر رہا ہے کہ دنیا کی ہر چیز عارضی اور ناپائیدار ہے۔ اگر صرف ''نہیں رہیں گے'' پر لکھنا شروع کیا جائے تو بے ثباتی کا یہ نوحہ بہت طویل ہو جائے گا اور میں شاید ان کی شاعری کے حوالے سے کچھ نہیں لکھ پاؤں گی۔

وہ اچھی شاعرہ اور نثر نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نرم دل خاتون ہیں جو کسی کے بھی دکھ درد کو اپنی روح میں اُترتا محسوس کرتی ہیں اور شاید یہی حساسیت ہے جس نے انہیں کتاب کا ایسا نام تجویز کرنے پر مجبور کیا ہے۔

''نہیں رہیں گے'' کی شاعرہ فرح ملک صاحبہ کو یہ کمال حاصل ہے کہ وہ خاموش لمحوں میں ایسی فکری صدا بلند کرتی ہیں کہ یہ جھنکار کی صورت ہمارے ذہن و دل پر دستک دیتی ہے۔ وہ اپنے عہد کی ترجمانی کرتے ہوئے کبھی نہایت حساس موضوعات پر قلم اٹھاتی ہیں تو کبھی ہجر، وصل، حسن اور دعا کو شعری پیراہن عطا کرتی ہیں۔ ان کی شاعری میں فکری اور ذہنی ارتقا کے ساتھ نظریاتی شعور موجود ہے جو ذات کے ساتھ سماج کے رویوں پر سوالات اٹھاتا ہے۔ ان کے کچھ اشعار کرشماتی لگتے ہیں اور واضح محسوس ہوتا ہے کہ یہ عطا ہے جسے انہوں نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔ ان کی نظموں اور غزلوں میں رومانیت، لفظ اور معنی کے گہرے شعور اور تخیل کاری کی وجہ سے ایک خوبصورت شعری فضا جنم لیتی ہے اور فکر اور احساس ان کے شعروں میں جھلکتے محسوس ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی مٹی سے شدید محبت ہے اور وہ ملکی حالات پر دُکھی نظر آتی ہیں۔ وہ حالات کی بہتری کے لئے دعا گو ہونے کے باوجود کہیں مایوسی کا شکار دکھائی دیتی ہیں کہ کوئی دعا، کوئی وظیفہ بہتری کی صورت نہیں پیدا کر رہا۔

کئے فرح نے وظیفے ڈھیروں وطن کی خاطر
کرم کی بارش نہیں برستی اے میرے مالک

قاری پر ان کا منفرد لہجہ، شائستگی اور نرمی نہایت عمدہ تاثر چھوڑتے ہیں۔ دھیما پن جہاں ان کے وقار میں اضافہ کرتا ہے وہیں نسائیت کا آئینہ دار بھی ہے۔ حسن تخیل اور بیان کی سلاست، سادگی اور روانی ان کے کلام میں دلکشی کا باعث ہے۔

زندگی کی ناپائیداری اور ہجر کی حقیقت کو وہ روح میں اُترتا محسوس کرتی ہیں اور کہیں کہیں ان کا ادراک و آگہی انہیں خوف میں مبتلا کر دیتا ہے جس کا وہ برملا اظہار بھی کرتی ہیں۔

پلٹ کر تُو نہ آیا جب مری اتنی صداؤں پر
کسی کو بھی بُلانے سے مجھے اب خوف آتا ہے
تمہارے ہجر کی راتیں چلی آتی ہیں ڈسنے کو
دیا شب میں بجھانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

ان کی سوچ کی حساسیت شاعری کو انوکھی پہچان عطا کرتی ہے۔ان کی شاعری کے خواب وخیال کی لہریں، کہیں خاموشی اور کہیں گونج میں بدلتی دکھائی دیتی ہیں، کہیں امید کے چراغ روشن کرتی ہیں، کہیں وصل کی بارش میں بھگوتی ہیں، کہیں ہجر کے اخگر میں بدلتی ہیں، کہیں جینے کا سلیقہ عطا کرتی ہیں تو کہیں کہیں دنیاوی رویوں پر پریشانی اور مایوسی میں ڈھل جاتی ہیں۔

فرح اپنی شاعری میں بار بار باور کرواتی ہیں کہ دنیا کا حسن ہم سے ہے اور ہمیں اپنی زندگی گزارنی نہیں بلکہ جینی چاہیے۔کسی بھی مایوسی کو اپنے ذہن ودل پر سوار کر کے زندگی سے رخ نہیں موڑنا چاہیے۔وہ شدید ترین حبس میں بھی امید کا دامن نہیں چھوڑتیں اور یہی پیغام وہ اپنے قاری کو بھی دیتی ہیں۔

ان کی شاعری الفاظ ومعانی دونوں اعتبار سے فطرت یا دوسرے لفظوں میں عام انسانی عادات سے پوری طرح مطابقت اور ہم آہنگی رکھتی ہے۔غیر مانوس الفاظ کا استعمال نہیں کرتی ہیں۔تازگی ان کے کلام کا نمایاں وصف ہے۔تخیلاتی فضا کی ترتیب ایسی عمدگی سے یکجا کرتی ہیں کہ داد دیئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔کتاب میں موجود غزلوں کے علاوہ ’’عشق کی بندگی‘‘، ’’بارود کا دکھ‘‘، ’’سنو‘‘ اور ’’رشتہ‘‘ جیسی خوبصورت نظمیں بھی موجود ہیں۔نظم ’’حق کا مسافر‘‘ ان کی محمدؐ وآلِ محمدؐ سے روحانی وابستگی کو اجاگر کرتی ہے۔

ان کی شاعری کے مطالعہ سے لگتا ہے کہ وہ انسانی نفسیات کو بھی سمجھتی ہیں اور

اسے نہایت سلیقے اور مہارت سے شعروں میں ڈھالتی ہیں۔سوز وگداز جو کہ شاعری کا اہم جزو ہے، ان کے ہر شعر میں محسوس ہوتا ہے۔

رشتوں کو کھو دینے کا دکھ، بھروسہ ٹوٹنے کا درد، خواب کرچی کرچی ہونے کی چبھن، تنہائی کی جلن، ادھوری اور بے نام کہانیوں اور جدائی کے داغوں کو جب وہ شعری پیراہن عطا کرتی ہیں تو ہر شعر قاری کے دل میں گھر کر جاتا ہے۔

میں دُعا گو ہوں کہ اس خوبصورت اور خوش اسلوب شاعرہ کا شعری سفر کامیابی کے ساتھ جاری رہے اور دنیائے ادب میں ان کا نام جگمگاتا رہے۔(آمین)

شازیہ رباب

چند باتیں۔۔۔

اردو زبان ہماری قومی زبان ہے اور ہر انسان ان ہی تحاریر کی طرف مائل ہوتا ہے جسے وہ آسانی سے سمجھ سکے۔ اردو ادب کا شوق تو جیسے گھٹی میں ہی مل گیا تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کی کشش بڑھتی گئی۔ ویسے تو ادب کی تمام اصناف اپنی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں لیکن نثر کی الگ ہی بات ہے۔ کیونکہ اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے سب سے آسان طریقہ ہے جبکہ شاعری میں بہت سے لوازمات پورے کر کے شعر کو ڈھالا جاتا ہے جیسے بحور، اوزان، الفاظ کا ہر سقم سے مبرا ہونے کا یقین ہی اسے دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی ہمت عطا کرتا ہے۔

وقت، حالات، جذبات سب ایسے عوامل ہیں جو انسان کو اپنے آپ کو پہچاننے میں کارگر ہوتے ہیں۔ میں جو دیکھتی ہوں، محسوس کرتی ہوں، پوری ایمانداری سے اشعار کے ذریعے احباب تک پہنچانا چاہتی ہوں۔

ادیب یا شاعر چاہے مرد ہو یا عورت تمام عمر خوب سے خوب تر تخلیق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کوئی بھی ایسا نہیں کہے گا کہ وہ اپنے کام سے مطمئن ہے۔ جیسے کہ مجھے ہمیشہ لکھنے کے بعد یا کتاب کی شکل میں آنے کے بعد یہی لگتا ہے کہ نہیں، اس سے بہتر ہونا چاہیے تھا۔

''نہیں رہیں گے'' ایک مستند بات ہے جو کہ ہر ذی روح جانتا ہے کہ ہر چیز کو فنا ہے اور اس سے اختلاف یا اجتناب کر ہی نہیں سکتا۔

''نہیں رہیں گے'' کتاب کا نام رکھنے کے لئے کوئی زیادہ سوچنا نہیں پڑا۔ کیونکہ زندگی سے فنا کا سفر ہر ایک نے طے کرنا ہے۔ ہم سب نے اپنی آخری منزل تک جانا ہے۔ تو پھر اس سے ڈر کیسا۔ میں نے اگرچہ کینسر جیسی بیماری میں موت کو قریب سے دیکھا لیکن سچ مانئے کوئی گلہ یا خوف ذہن میں کبھی نہیں آیا۔ کیونکہ میرا پختہ ایمان ہے کہ ہم سب نے اپنی آخری منزل تک جانا ہی ہے تو پھر اس سے ڈرنا کیسا۔ اس سچ کو کوئی بھی نہیں جھٹلا سکتا۔ اگرچہ ارشد عباس ذکی نے کمپوزنگ سے پہلے کہا بھی کہ اس نام میں یاسیت پائی جاتی ہے۔ نام تبدیل کر لیتے ہیں لیکن نہ جانے میری خاموشی پر وہ بھی سمجھ گئے کہ حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے دوبارہ نہیں کہا۔ کتاب کا نام ذہن میں پہلے آیا اور غزل بعد میں لکھی۔ امید ہے آپ کو پسند آئے گی۔

''نہیں رہیں گے'' کا انتساب میں نے اپنی فیملی کے ننھے ممبران کے نام کیا ہے۔ خصوصاً ننھے اورحان حمزہ جس نے ایک سال کی عمر میں اوپن ہارٹ سرجری جیسے کٹھن مرحلے کو بہت بہادری سے سہا اور پوری فیملی کے لیے خوشیاں لے کر آیا۔ علی حسن، عرصم حمزہ اور سالار حسن کے بارے میں کیا کہوں جو اپنے اندر ایک دنیا کو سموئے ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ کا کرم ان کے شاملِ حال رہے۔

آخر میں پروفیسر انور جمال، نعیم فاطمہ علوی اور شازیہ رباب کی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات سے تھوڑا وقت نکال کر اپنی آراء سے نوازا۔

فرح ملک

گلاسکو، سکاٹ لینڈ

یو۔ کے

نعت

مدینے والے کو سب کچھ بتانے جانا ہے
جو حالِ دل ہے اُنہی کو سنانے جانا ہے

جہاں سے کوئی بھی خالی کبھی نہیں لوٹا
خطائیں اپنی مجھے بخشوانے جانا ہے

بُلا لیں در پہ مجھے میری آرزو ہے یہی
بس ان کے در پہ جبیں کو جھکانے جانا ہے

جو انبیا کا بھی سردار اور مسیحا ہے
اسی کو غم کی کہانی سنانے جانا ہے

میں جالیوں کا فقط ایک بار بوسہ لوں
وہاں کے نور کو دل میں بسانے جانا ہے

مرادیں ملتی ہیں سب کو درِ محمدؐ پر
حبیبِ رب کا ہی صدقہ تو پانے جانا ہے

گھرا ہوا ہے وطن آج کل لٹیروں میں
اسی کے واسطے اُن کو منانے جانا ہے

نبیؐ کے در کی زیارت نصیب ہو جائے
فرحؔ نصیب کو اپنے جگانے جانا ہے

عشق کو جب سلام کر بیٹھے
عمر ہی اس کے نام کر بیٹھے

جو کبھی بات ہی نہ کرتے تھے
وہ بھی ہم سے کلام کر بیٹھے

جن سے ملنا تھا وہ نہیں آئے
ہم تو رستے پہ شام کر بیٹھے

تم کو کھو کر تو ایسے لگتا ہے
جیسے جیون تمام کر بیٹھے

کوئی بھی پوچھنے نہیں آیا
کس جگہ ہم قیام کر بیٹھے

پیار کے راستے کو چن تو لیا
اپنی نیندیں حرام کر بیٹھے

اس نے دل کیا دیا فرحؔ ہم تو
خود کو اس کا غلام کر بیٹھے

سلگ رہی ہے یہ پاک بستی اے میرے مالک
کہ مٹ گئی ہے بشر کی ہستی اے میرے مالک

یہاں پہ انساں کے سر بھی بازار میں بکیں گے
ابھی تو عزت ہوئی ہے سستی اے میرے مالک

دکھوں میں ڈوبی ہوئی ہیں سانسیں خوشی کی خاطر
رہیں گی کب تک یونہی ترستی اے میرے مالک

ہم اپنی عزت بچا کے جی لیں تو کیا خطا ہے
یہ دنیا کیونکر ہے ہم پہ ہنستی اے میرے مالک

کئے فرحؔ نے وظیفے ڈھیروں وطن کی خاطر
کرم کی بارش نہیں برستی اے میرے مالک

یہ جسم جیون کے آستاں میں نہیں رہیں گے
سو ہم بھی اک دن ترے جہاں میں نہیں رہیں گے

یہ لمحہ لمحہ جو چل رہے ہیں دلیر بن کر
یہ تیر سانسوں کے اب کماں میں نہیں رہیں گے

یقین آئے گا جب بھی دنیا تو عارضی ہے
تو جینے والے کسی گماں میں نہیں رہیں گے

یہ جھوٹ جب تک رہے گا کردار میں جو تیرے
تو معجزے بھی ترے بیاں میں نہیں رہیں گے

غرور مت کر کہ ایک موسم خزاں کا بھی ہے
یہ گل ہمیشہ تو گلستاں میں نہیں رہیں گے

بچھڑنے والے کو کیا پتہ ہے جدائی میں ہم
بہت دنوں یوں ہی خاکداں میں نہیں رہیں گے

ہمارا کیا ہے چراغِ خاکِ گماں ہیں فرحؔ
فلک پہ تارے بھی کہکشاں میں نہیں رہیں گے

ڈرو نہیں تم کہ تیرگی کی ابھی سزاؤں کی ابتدا ہے
تم اپنے اپنے دیے سنبھالو ابھی ہواؤں کی ابتدا ہے

جو دیکھتے ہی مرے چمن پر گھٹائیں کھل کر برس رہی ہیں
کرم کی بارش برس رہی ہے ابھی دعاؤں کی ابتدا ہے

سنبھل ہی جاؤں گی دوست میرے وفا اگر زندگی کرے گی
ابھی ملا ہے مجھے مسیحا ابھی دواؤں کی ابتدا ہے

ابھی سے حیران ہو رہے ہو، ابھی تو آغاز ہے وفا کا
تمہیں خبر کیا محبتوں کی، ابھی عطاؤں کی ابتدا ہے

بچھڑنے والے نے کب پلٹنا ہے میری جانب یہ جانتی ہوں
فرحؔ میں بے حال رو پڑوں گی ابھی صداؤں کی ابتدا ہے

مجھے سب یاد ہے وہ کس طرح تکرار کرتا تھا
مگر یہ بھی حقیقت ہے وہ مجھ سے پیار کرتا تھا

وہ کترا کر گزر جاتا تھا مجھ کو دیکھ کر لیکن
جلانے کو مجھے غیروں سے آنکھیں چار کرتا تھا

وہ میرے سامنے خاموش رہتا تھا مگر اکثر
اشاروں اور کنایوں سے دلی اقرار کرتا تھا

کبھی جو سامنے آتا تو بن جاتا تھا انجانا
مگر چھپ چھپ کے وہ اکثر مرا دیدار کرتا تھا

میں کتنی معتبر ہوتی تھی اپنی ہی نگاہوں میں
مری خاطر زمانے کو وہ جب انکار کرتا تھا

دل جو توڑا ہے ہمارا تو صدائیں کس لئے
پھر سے ملنے کے لیے اتنی دعائیں کس لئے

ہم سے جب ترکِ تعلق خود کیا تھا آپ نے
اب جو مطلب ہی نہیں تو پھر بُلائیں کس لئے

چاہتیں اک دوسرے سے مانگتی ہیں احترام
راہ سے جب ہٹ گئے تو مُڑ کے آئیں کس لئے

چار سُو تم سا اگر کوئی مسیحا ہی نہیں
بے رفو یہ زخم دنیا کو دکھائیں کس لئے

تم کو جب ہم سے محبت ہے تو آتے کیوں نہیں
صرف خوابوں کا تعلق ہی بنائیں کس لئے

تھک چکے ہیں لوگ بارش کی دعا کر کے فرحؔ
شہر صحرا بن چکا تو اب گھٹائیں کس لئے

حادثے زیست میں رُونما ہو گئے
ہائے اپنے بھی ہم سے جدا ہو گئے

جن سے گہرا تعلق تھا اپنا کبھی
مڑ کے آئے نہ وہ اک صدا ہو گئے

اک وبا نے کیا اتنا گہرا ستم
خوں کے رشتے بھی ہم سے جدا ہو گئے

حوصلہ رکھوں خود کو تسلی بھی دوں
پاس بیٹھے ہوئے لا پتہ ہو گئے

سب دعائیں مری رائیگاں ہو گئیں
اپنے جو فرض تھے وہ ادا ہو گئے

وقت کی مہربانی پہ حیران ہوں
لوگ کیا تھے جو اب کیا سے کیا ہو گئے

کیسے ڈھونڈوں انہیں پربتوں میں فرحؔ
وہ تو مانگی ہوئی اک دعا ہو گئے

نہ سندیس کوئی مرے نام آیا
فقط اشکِ غم کا ہی پیغام آیا

ترے آنے کی منتظر تو رہی ہوں
مرا راہ تکنا نہیں کام آیا

ترے ہاتھ میں زندگی آ گئی ہے
مرے ہاتھ میں زہر کا جام آیا

بھُلانے گیا تھا وہ میخانے مجھ کو
ستم یہ وہاں سے بھی ناکام آیا

تُو گرنے لگا تو فرؔح نے سنبھالا
ترے سامنے تیرا انجام آیا

یہ ہجر کے لمحے قاتل ہیں ہمیں جیتے جی ہی مار گئے
ہم کب ہارے تھے دنیا سے لیکن ہم پیار سے ہار گئے

ہم بیٹھے تھے تنہائی میں آباد تھی دنیا یادوں کی
تُو کیوں بدلا معلوم نہیں کیوں وعدے سب بے کار گئے

منزل قدموں کے نیچے تھی شہرت سے دور نہیں تھے ہم
دل ہارنے والے ہم تو نہ تھے ترے پیار میں ہو لاچار گئے

یہ ٹوٹا دل کب جڑتا ہے ہم کو معلوم بھی تھا لیکن
پھر بھی اس دل کی خاطر ہم دنیا کے بازار گئے

تجھے داسی بن کر پوجا تھا، تُو پتھر کا بھگوان نکلا
من مندر میں نہ رکھتے کبھی ترے عشق میں ہو بیمار گئے

ہم تیری خاطر اُترے تھے دریا کی بہتی لہروں میں
جب تُو نے ہاتھ نہیں پکڑا ہم ڈوبنے کو منجدھار گئے

چلو اب دشمنِ جاں سے بھی اک دن کھیل کے دیکھیں
جدائی چیز کیسی ہے یہ دکھ بھی جھیل کے دیکھیں

چڑھی جاتی ہے مرضی سے یہ گھر کی بالکونی پر
کبھی فرصت میں آ جاؤ تماشے بیل کے دیکھیں

یہ گھر اک قید خانہ ہے بچھڑ کر کیا گئے ہو تم
کہ آزادی میں بھی منظر ہمیشہ جیل کے دیکھیں

بظاہر جی رہی ہوں میں وہ سانسیں لے گیا مجھ سے
جلیں گے کس طرح سے اب، دیے بِن تیل کے دیکھیں

بھری محفل میں کر لیتے ہیں دل کی بات آنکھوں سے
محبت کرنے والوں کے سلیقے میل کے دیکھیں

اس نے ادائے ناز سے جب زہر پی لیا
صدیوں کے فاصلے کو بھی اک پل میں جی لیا

سوچا نہیں تھا بچھڑیں گے اس پُل صراط پر
رسوائیوں کا ڈر تھا لبوں کو بھی سی لیا

نادان حسن عشق کے گُر جانتا نہ تھا
رسمِ وفا کو اس نے بہت سرسری لیا

احسان یہ بھی تجھ پہ محبت میں کم نہیں
اپنی وفا کا میں نے صلہ بے رُخی لیا

تُو نے تو دوستی مری سمجھی نہیں کبھی
فرحؔ نے دشمنی کو تری دوستی لیا

تم جو یوں اظہار کرو گے
کیسے ہم سے پیار کرو گے

دل کی باتیں دل میں رکھ کر
خود کو ہی بیزار کرو گے

جیون ایک سوال ہے اُلجھا
حل تم کیسے یار کرو گے

آؤ بیٹھ کے بات کریں ہم
یوں ہی کیا تکرار کرو گے

گر میں خواب میں آنا چھوڑوں
پھر کیسے دیدار کرو گے

منہ کی کھانی پڑ جائے گی
جب بھی مجھ پر وار کرو گے

میں ڈرتی نہیں ہوں عداوت سے تیری
خوشی ہو رہی ہے شرارت سے تیری

مجھے جانِ جاں کوئی مطلب نہیں ہے
نہ عادت، نہ شہرت، نہ دولت سے تیری

عجب ظلم کی آفتیں آ پڑی ہیں
یہی اک گلہ ہے حکومت سے تیری

زمانے کا ہر غم مجھے دے دیا ہے
میں اُکتا گئی ہوں سخاوت سے تیری

فرحؔ چاند میرا ہے جب ساتھ میرے
ذرا بھی نہیں خوف ظلمت سے تیری

سب کی خاطر تو آب ہو ہمدم
میری خاطر سراب ہو ہمدم

دل کی حالت کا کیا کہوں تم سے
جیسے خالی کتاب ہو ہمدم

پڑھنا چاہوں تو پڑھ نہیں سکتی
تم وہ مشکل نصاب ہو ہمدم

جس کا کوئی صلہ نہیں ملتا
پیار کا وہ ثواب ہو ہمدم

جو فرحؔ کو سمجھ نہیں آیا
عمر کا وہ حساب ہو ہمدم

نئے رشتے بنانے سے مجھے اب خوف آتا ہے
کہیں بھی دل لگانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

میں اتنی بھیڑ میں خود کو اکیلا پا کے روتی ہوں
اکیلے شب بِتانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

چبھی ہیں کرچیاں ایسی مری آنکھوں میں خوابوں کی
نئے سپنے سجانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

جھڑی ساون کی چپکے سے برس پڑتی ہے آنکھوں سے
ترا قصہ سنانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

پلٹ کر تُو نہ آیا جب مری اتنی صداؤں پر
کسی کو بھی بُلانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

تمہارے ہجر کی راتیں چلی آتی ہیں ڈسنے کو
دِیا شب میں بجھانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

تھے پالے آستینوں میں بہت سے ناگ میں نے بھی
مگر ان کو گرانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

فرؔح دُکھ گریہ کرنے کا سہا جاتا نہیں مجھ سے
کہ دل اپنا رُلانے سے مجھے اب خوف آتا ہے

خوابوں کی تعبیر نہیں ہے
آنکھوں میں تصویر نہیں ہے

وہ ہے میرا میں ہوں اس کی
رہ میں اب زنجیر نہیں ہے

دنیا جلتی ہے جلنے دو
کرنی اب تدبیر نہیں ہے

ظالم دنیا پیار نہ سمجھے
ملتا بِن تقدیر نہیں ہے

پیار مقدر سے ملتا ہے
پیار تری جاگیر نہیں ہے

اپنی اپنی قسمت ہے یہ
ہر اک شاعر میرؔ نہیں ہے

تجھ پر وار ہوا ہے کیسے
آنکھ ہے میری تیر نہیں ہے

یہ محفل تو تمہاری تھی رقیبوں کو بُلایا کیوں
خوشی کیا تم کو ملتی ہے ہمیں کو ہی ستایا کیوں

مقابل آ کے بیٹھے ہو نظر پھر کیوں چراتے ہو
ملانی تھی نظر اک بار دل کو پھر چرایا کیوں

بہت سے آفتیں جھیلی ہیں تیرے عشق میں ہم نے
دیے تھے زخم جب ہم کو تو غیروں کو بتایا کیوں

ترے آباد رہنے کی دعا دل سے نکلتی ہے
عدو کے پاس جانا تھا تو یاں دل کو لگایا کیوں

یونہی خود سے جدا رکھتے فرحؔ کو بس خفا رکھتے
اگر پھر زخم دینے تھے تو پھر مجھ کو منایا کیوں

دل تو کب کا ہو چکا تھل کی طرح
آنکھ میں اب آئے وہ جل کی طرح

تم رہو دل میں ہمیشہ کے لئے
کس لئے آئے ہو اک پل کی طرح

جب بھی پوچھا کون سی مشکل میں ہو
ٹھیک ہوں، بولا وہ بے کل کی طرح

جب بھی یاد آیا شبِ تنہائی میں
دل سلگ اُٹھتا ہے مشعل کی طرح

وہ یقیناً آئے گا اب خواب میں
رات کا بستر ہے مخمل کی طرح

گم ہوا ایسا فرحؔ دل سے کوئی
ڈھونڈتی پھرتی ہوں پاگل کی طرح

میں کہتی ہوں غزل لیکن روانی ہی نہیں آتی
اگر لفظوں کو جوڑوں بھی سنانی ہی نہیں آتی

بہانہ کیسے کر دوں اس بھلی معصوم لڑکی سے
حقیقت تلخ ہے مجھ کو چھپانی ہی نہیں آتی

بھلا جتنا ڈرا مجھ کو محبت کے اندھیروں سے
کسی کی یاد دل سے اب بھلانی ہی نہیں آتی

محبت کر تو لی لیکن بہت مشکل سفر ہے یہ
مجھے یہ آگ سینے کی بجھانی ہی نہیں آتی

فرحؔ تاریخ کو کھولوں بڑی فرسودہ لگتی ہے
مجھے خود سے کہانی تو بنانی ہی نہیں آتی

خوابوں کو سُولی لٹکانا پڑتا ہے
ہر اُمید کو زہر پلانا پڑتا ہے

ہر اک خواہش کب پوری ہو سکتی ہے
دل بے چارے کو سمجھانا پڑتا ہے

ہر شب نیند کو آوازیں میں دیتی ہوں
آنکھوں کو جب خواب دکھانا پڑتا ہے

چاہت میں رشتہ جتنا بھی مشکل ہو
لیکن کیا ہے ساتھ نبھانا پڑتا ہے

رسوائی تو ہر اک گام پہ بیٹھی ہے
دل اور دامن آپ بچانا پڑتا ہے

رسموں کو دیوار منافق لوگ کریں
چاہت سے انکار منافق لوگ کریں

دور رہو ان دو چہرے کے لوگوں سے
ذہنوں کو بیمار منافق لوگ کریں

شیشے جیسی دنیا کو بھی نفرت سے
میلا یہ ہر بار منافق لوگ کریں

میں نے سچ کا ساتھ دیا ہے جیون میں
مجھ سے کیوں تکرار منافق لوگ کریں

کانٹے لے کر پھرتے ہیں یہ مُٹھی میں
رستوں کو دشوار منافق لوگ کریں

کب پورے کرتے ہیں ان کو اُلفت میں
وعدے جتنی بار منافق لوگ کریں

جو تیری یاد در آئی تو دل دھڑکا
کوئی شمع جو تھرائی تو دل دھڑکا

گزرتے تھے بڑی تسکین سے لمحے
جفا کی چوٹ جب کھائی تو دل دھڑکا

تری قربت بھلی مجھ کو لگی لیکن
حیا کی آنکھ شرمائی تو دل دھڑکا

مری حسرت مکمل ہو گئی اس نے
مجھے پازیب پہنائی تو دل دھڑکا

بہادر تھی مگر تیرے بچھڑنے پر
فرحؔ بے حد میں گھبرائی تو دل دھڑکا

آج پھر سرمئی شام ڈھلنے لگی
بات ہی بات میں بات بڑھنے لگی

کل پریشان تھی آج حیران ہوں
زندگی ایک دم یوں بدلنے لگی

اب نہیں مانوں گی، فیصلہ تھا مگر
سامنے دیکھا رائے بدلنے لگی

شام تو ہے دسمبر سے لپٹی ہوئی
میں تری یاد میں کیوں پگھلنے لگی

یہ ہے تیری گلی اب یقیں آ گیا
سانس اکھڑا ہوا جاں نکلنے لگی

بن کے مسیحا کیسی دوا دے گیا مجھے
وہ شخص جانے کیسی دعا دے گیا مجھے

حسرت ہے دیکھتی کبھی اس شخص کے میں ہاتھ
کانٹے ہٹا کے گُل جو سجا دے گیا مجھے

وہ در سے خالی ہاتھ چلا تو گیا مگر
جو کم نہ ہو سکی وہ سزا دے گیا مجھے

وہ ہاتھ کی لکیروں میں ایسا اُلجھ گیا
اُلجھن سوا میں سوچوں، وہ کیا دے گیا مجھے

میں نے اسے خلوص دیا ہر قدم فرحؔ
اس کے عوض وہ دکھ کا پتہ دے گیا مجھے

کیا بتاؤں کہ وہ کیا لوگ تھے جانے والے
وہ تو جگنو تھے ہمیں راہ دکھانے والے

شہرِ نفرت میں مجھے چھوڑ کے جاتے ہو کہاں
یوں نہیں کرتے کبھی پیار سکھانے والے

یہ بھی دن آئے محبت کی کڑی راہوں پر
لے گئے جان مری، جان بُلانے والے

میں بہت پہلے ہی واقف تھی ترے عیبوں سے
دیر سے آئے بتانے یہ زمانے والے

ضبط نے رکھ لی ہمیشہ ہی فرحؔ لاج مری
لوگ ملتے ہیں بہت زخم لگانے والے

کچھ ہیں ابھی بھی تازہ کچھ زخم بھر گئے ہیں
کچھ خواب جی رہے ہیں کچھ خواب مر گئے ہیں

میری تو خیر جیسے گزری گزار دی ہے
مجھ سے بچھڑ کے تیرے کب دن سنور گئے ہیں

ہمراہ میرے ہر پل تم بھی اِدھر اُدھر تھے
یادیں تمہاری لے کر ہم تو جدھر گئے ہیں

اس کو نہیں پکارا، آنسو نہیں بہائے
چپ چاپ شہرِ جاں سے ہم تو گزر گئے ہیں

ہم کو سمیٹنا بھی چاہے اگر فرحؔ وہ
مشکل ہے اب قسم سے اتنا بکھر گئے ہیں

اس دنیا میں کب ملتے ہیں پیارے، سچے، اچھے لوگ
اَشکوں کی اس بھیڑ میں گم ہیں جانے کب سے ہنستے لوگ

پھر بھی میں ناکام رہی ہوں چاہے دنیا چھانی میں نے
ہر اک گام ملے ہیں مجھ کو نیت کے سب کھوٹے لوگ

گاؤں کی وہ پیاری گلیاں، بچپن کے دن واپس لا دو
واپس لا دو پیار میں لپٹے سارے اُجلے اُجلے لوگ

جیون ایک ہی بار ملے ہے لیکن یہ نہ سمجھ سکے سب
غرض کے زہر کو پی کر آخر مرنے والے سارے لوگ

جب بھی وقت کسی پر آئے دیکھا ہے یہ میں نے فرحؔ
اندر سے کتنے چھوٹے ہیں پرکھو جب بھی اونچے لوگ

ہجر بُنتی وہ مکڑیاں تھیں سب
تم نے سمجھا کہ تتلیاں تھیں سب

میری آنکھوں کو کر گئے زخمی
خواب کب تھے وہ کرچیاں تھیں سب

تم نے نغمہ سمجھ لیا جن کو
درحقیقت وہ سسکیاں تھیں سب

دُکھ سنائے تھے میں نے کب اس کو
میرے ہونٹوں پہ ہچکیاں تھیں سب

پھول برسے نہ تھے مرے گھر پر
اس پہ ٹوٹی وہ بجلیاں تھیں سب

صدیاں تو دور ہم کو تو اک پل نہیں ملا
دل کی اُداسیوں کا کوئی حل نہیں ملا

جس کی ہر ایک بات میں سچی دلیل ہو
مدت ہوئی ہے رہ میں وہ پاگل نہیں ملا

برسوں ہوئے ہیں پیاس میں ڈوبی ہوئی ہے یہ
پیاسی زمیں کو پھر سے وہ بادل نہیں ملا

حیرت ہے دیکھ کر مجھے اس بے وفا کے آج
ماتھے پہ نفرتوں کا کوئی بَل نہیں ملا

مفلس کی لاڈلی کا فرؔح دکھ عجیب تھا
وہ جس کے سر کو پیار کا آنچل نہیں ملا

گزرے دنوں کی یاد ستائے تمام شب
تم کیا گئے کہ نیند نہ آئے تمام شب

روشن ہوا نہ دل کا یہ کمرہ ذرا سا بھی
حسرت کے جتنے دیپ جلائے تمام شب

تُو جو نہیں تھا کس کو سناتی میں حالِ دل
تاروں کو اپنے شعر سنائے تمام شب

یہ خوف تھا کسی پہ نہ ہو ہجر یہ عیاں
آنکھوں میں کتنے اشک چھپائے تمام شب

اس کے بغیر سالوں پہ پھیلی تھی یہ فرحؔ
میں نے ہزار رنج اُٹھائے تمام شب

میں اس سے دور ہوں کب ہم نشیں ہوں
صدائیں بے سبب دیتی نہیں ہوں

جہاں پر تُو نے چھوڑا ہاتھ میرا
تری خاطر ابھی تک میں وہیں ہوں

خفا جب سے ہوئی ہے مجھ سے بارش
میں تب سے کوئی اک بنجر زمیں ہوں

زمانہ ہو گیا تجھ سے بچھڑ کر
یہ دل میرا کہاں ہے، میں کہیں ہوں

کسی کو دُکھ دیا تھا اور نہ دوں گی
فرحؔ دل کی ابھی تک میں حسیں ہوں

گلشن میں ہر سُو خار اُگاتے ہوئے ڈرو
نفرت کی آگ یوں ہی جلاتے ہوئے ڈرو

دل میں خدا کا پیار بسانے کے بعد تم
دنیا کا پیار دل میں بساتے ہوئے ڈرو

گر ہو وطن پرست تو اپنے وطن کے تم
دشمن سے اپنا ہاتھ ملاتے ہوئے ڈرو

دکھ مت سناؤ اپنا کسی کو کبھی بھی تم
لاچار ہو کے اشک بہاتے ہوئے ڈرو

دنیا یہ اعتبار کے قابل نہیں رہی
تم اپنے دُکھ کسی کو سناتے ہوئے ڈرو

نیکی کی رہ پہ چل تُو مرا ہاتھ تھام آ
رب نے تجھے دیا ہے تو مفلس کے کام آ

نفرت جہاں پہ ہم کو کبھی بھی نہ چھو سکے
کرتے ہیں اس جگہ پہ ہم اپنا قیام آ

جھکتے ہیں رب کے سامنے سچے دِلوں کے ساتھ
پیتے ہیں مل کے آج عقیدت کا جام آ

جاتے ہیں شہر شہر محبت کو اوڑھ کر
دیتے ہیں ہر گلی میں وفا کا پیام آ

کرتا نہیں ہے جن سے کوئی ہنس کے بات بھی
کرتے ہیں ان سے ہنستے ہوئے ہم کلام آ

رنجش نہیں ہے کوئی تو کیوں بولتے نہیں
نفرت سے اختلاف کا حل ڈھونڈتے نہیں

اس پیار کو تو جبر کی تصویر مت بنا
جو جا رہا ہو اس کو کبھی روکتے نہیں

عشقِ خدا کا نام یہ ایثار ہی تو ہے
ہو آگ سامنے تو ذرا سوچتے نہیں

جن کی وفا میں کھوٹ ذرا بھی دکھائی دے
ان کی طرف کبھی بھی تو ہم دیکھتے نہیں

جو دل میں بس گیا ہو فرحؔ اس کا پھر کبھی
لوگوں سے ہم کبھی بھی پتہ پوچھتے نہیں

غمِ دل کو بیاں کرنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے
کسی کو مہرباں کرنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے

وہ ہے تو دلربا لیکن ستمگر کیسے میں کہہ دوں
کہ زخموں کو عیاں کرنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے

وہی جس کے لیے دل میں ہوا ہے حشر سا برپا
اسی کو رازداں کرنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے

بہت امید ہے اک دن مجھے تسلیم کر لو گے
زمیں کو آسماں کرنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے

کتابِ زندگی لکھنا فرحؔ آساں نہیں اتنا
غموں کو بے نشاں کرنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے

مجھے ننگے پاؤں بھٹکنے نہ دیتا
یا قدموں میں میرے تُو جنت نہ رکھتا

مرے ہاتھ میں وہ قلم سونپ دیتا
تُو جس سے ہے تقدیر بیٹی کی لکھتا

میں لکھ لیتی دنیا کے سارے سُکھوں کو
غموں کا کوئی پل بھی اس میں نہ ہوتا

جہاں بیٹیوں کی عطا کی ہے رحمت
کرم کی بھی بارش سدا خوب کرتا

گلہ میرے مولا یہی ہے فرؔح کو
اگر بیٹی دی تھی تو دولت بھی دیتا

درِ جاناں دمکتا واں ملے گا
دلِ عاشق دھڑکتا واں ملے گا

سنبھل کر جانا تم اس آستاں پر
ترا دل بھی تڑپتا واں ملے گا

گزر ہو گر گلی میں اس کے تیرا
تو ہر عاشق پھڑکتا واں ملے گا

دکھوں کی رات ہو گی گہری کالی
دھواں ہر سُو گزرتا واں ملے گا

خبر ہو گی کسی کو بھی نہ تیری
کہاں اور کب مچلتا واں ملے گا

جلی دل میں جو چنگاری وفا کی
تو بادل بھی گرجتا واں ملے گا

نینوں کی شرارت تھی ہم دل کو لگا بیٹھے
یہ آگ انوکھی تھی ہم خود کو جلا بیٹھے

کانٹوں بھرا رستہ تھا پا زخمی ہوئے اپنے
امید کے جانے کیوں ہم پھول اُگا بیٹھے

اک دید تمہاری کے ٹھہرے تھے جو طالب ہم
بس قوس وقزح کے ہم سب رنگ سجا بیٹھے

دعویٰ تھا تمہارا یہ اک پل نہ جدا ہوں گے
پھر کیوں یہ جدائی کے آزار دِکھا بیٹھے

آؤ گے اچانک ہی خود دل کو دلاسہ دوں
اس اجڑے ہوئے دل کو ہم آس دِلا بیٹھے

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی
ہوتی نہ محبت تو شراکت بھی نہ ہوتی

دل ہم نے دیا تجھ کو تو لینا بھی ہے تجھ سے
یہ بات نہ کرتے تو رقابت بھی نہ ہوتی

بے معنی محبت کے تو قائل ہی نہیں ہم
احساس نہ دیتے تو عداوت بھی نہ ہوتی

یہ لوگ کبھی مجھ پہ یونہی طنز نہ کرتے
گر ساتھ وہ دیتا تو ندامت بھی نہ ہوتی

اللہ کرے خیر فرحؔ حسنِ جہاں کی
گر عشق نہ ہوتا تو قیامت بھی نہ ہوتی

نظمیں

نظام

عدالتوں سے حکومتوں تک
حکومتوں سے عدالتوں تک
ذہانتوں سے حماقتوں تک
حماقتوں سے ذہانتوں تک

یہ قہر کیسا بپا ہوا ہے
ہر ایک انساں لُٹا ہوا ہے
قبیلوں میں ہی بٹا ہوا ہے
نفس نفس بھی کٹا ہوا ہے

انہیں محبت میں کون ڈھالے
دکھائی کب دیں انہیں اجالے
ضمیر جن کے ہوئے ہیں کالے
لبوں پہ ان کے لگے ہیں تالے

نہیں ہے غیرت انہیں ذرا سی
ہیں اونچے منصب کے چھوٹے باسی
غریب ان کے ہیں گھر کے داسی
ہے ان کا پیغام بس اداسی

سحر کی آئی نہیں ہے باری
ستم کی شب کا ستم ہے جاری
عجیب منصف ہیں زر پجاری
سنیں نہ مفلس کی گریہ زاری

محبوب کی محبت

معراج کی رات آئی
ہر سُو ہے صدا چھائی
آئے وہ نبی آئے
اللہ نے محبت کی
جس ہستیٔ دل جاں سے
محبوبِ ضیاء ایسی
جھک جائیں نگاہیں بھی
جس ہستی کی خاطر ہی
یہ دنیا بنا ڈالی
طاعت کے لیے یوں تو
ڈھیروں ہی ملائک تھے

محبوب محبت میں
یہ دھرتی سجا ڈالی
اس جانِ جہاں میں بھی
ہر سُو یوں بکھیرے رنگ
رشتے بھی بنا ڈالے
دل بھر دیا چاہت سے
اور پیار کو ہر دل میں
جب خوب جما ڈالا
چاہت جو تھی پھر جاگی
محبوب سے ملنے کی
براق سواری دی
دیدارِ شرف بخشا

حق کے مسافر

قسمت عجیب پائی ہے نہرِ فرات نے
اس کے کنارے پیاسا رہا فاطمہؑ کا لال
لہروں میں اضطراب تھا اور بے بسی بھی تھی
خواہش تھی ان کی چوم لیں شبیرؑ کے قدم
رو کر کہیں کہ آپ کے اصغرؑ پہ ہم فدا
قاسمؑ پہ ہم فدا ترے اکبرؑ پہ ہم فدا
لیکن یہ امتحان کڑا تھا حسینؑ کا
اس امتحاں میں آلِ نبیؐ کامیاب تھی

پیاسے رہے تھے سر بھی کٹایا حسینؑ نے
سب کچھ لُٹا کے سب کو دکھایا حسینؑ نے
نانا کا دین کیسے بچایا حسینؑ نے
نہرِ فرات آج بھی دیتی گواہی ہے
تشنہ لبوں نے حق کا عَلم یوں لگا دیا
دینِ نبیؐ کی جیت کا منظر دکھا دیا

خدا سے مکالمہ

زمیں سے اُفق تک
حدودِ نظر تک
تجھی کو ہی پایا
تُو ربِ ازّل ہے
نہ تیرا بدل ہے
اے ربِ ابد تُو
گماں کی یہ بستی
جو پھیلی ہوئی ہے
اسے کیوں سمیٹا
اے میرے خدایا!

میں بندی ہوں تیری
دُکھوں میں گھری ہوں
ترے در کھڑی ہوں
تجھی کو پکارا
تُو میرا سہارا
مری مشکلوں کا
نہیں ہے کنارا
مصیبت میں آیا ہے
میرا ستارہ
گناہ گار ہوں میں
خطا کار ہوں میں
ترے در پہ آئی
میں روتی رُلاتی
کہ خالی گیا نہ
کوئی تیرے در سے

مری التجا ہے

ہو وقتِ قضا جب

مرے سامنے بس

حبیبِ خدا ہو

مرے لب پہ یا رب!

فقط لا الہ ہو!

باردو کا دُکھ

باغ میں پھول

مہکے تھے چاروں طرف

تتلیاں ہر طرف

رقص کرتی ہوئی

رنگ آپس میں

سب گیت گاتے ہوئے

فاختہ باغ میں

پُرسکوں تھی بہت

کہ اچانک دھماکے
کی آئی صدا
ہر طرف آگ تھی
ہر طرف شور تھا
دُکھ بھری ایسی
چیخوں کی آوازیں تھیں
کونپلیں جل گئیں
ہر طرف تھا دھواں
آنکھ پتھرا گئی
سوچنا پڑ گیا
دور کیسا ہے یہ
جس نے بچوں کو
بارود تحفہ دیا
کس نے چھینا قلم

ان جوانوں سے ہے
کس نے ہاتھوں میں
ان کے یہ بندوق دی
میری سوچوں سے
لپٹی ہوئی کہکشاں
بجھ گئی ایک دم
باغ مہکا تھا جو
اب دھواں ہے وہاں
دل سے نکلی دعا
دو جہاں کے خدا
باغ آباد ہو
پھول مہکے رہیں
پھول کلیوں کو تُو
قہر سے خود بچا

طبیب

اے طبیبِ شہر
تُو ذرا سا ٹھہر
اور مجھ کو بتا
کیا ہوئی ہے خطا
روگ مجھ کو لگا
دے دے مجھ کو دوا
یا مجھے زہر دے
دور کر دے سزا
جب سنی التجا

تو وہ کہنے لگا
روگ جو ہے لگا
یہ نہیں ہے سزا
نہ ہے اس کی دوا
راز مجھ پر کھلا
عشق ہے لا دوا

رشتہ

آئی بہار تو مجھے محسوس یہ ہوا
قدرت کا حسن چار سُو ہے سبز رنگ میں
حدِ نظر کی دوریوں تک پھیلتا ہوا
یہ بھی مری حیات کا گُل رنگ روپ ہے
کچھ اس طرح سے ضم ہوئے اک دوسرے میں ہم
چاہے کوئی تو ہم کو جدا کر نہ پائے وہ
باہر سے دو وجود ہیں اندر سے ایک روح
رشتہ وفا کا ہم نے نبھایا ہے عمر بھر
دل نے گلے وفا کو لگایا ہے عمر بھر

نکلی ہوں آج اوڑھے ہوئے سبز رنگ میں
خوش ہوں کہ تیری یاد کے اب سنگ سنگ میں
دریائے زندگی کے بھنور ساتھ ہیں
اس عارضی سی زیست کا انجام ہے یہی
قیدِ بدن میں سانس کے آزار سے مجھے
آزاد ہو کے جانا ہے مجھ کو بھی ایک دن

تقاضا

محبت کا تقاضا تھا
کہ ہم محرومِ کُل ہوں تو
تبھی وہ ساتھ چل دے گا
تبھی وہ ہم سے بولے گا
وہ دل کا بھید کھولے گا
مگر محرومیٔ کُل میں
ہم اپنی ذات میں گُم تھے

ہم اپنی ذات سے باہر
نکل آئے تو کیا دیکھا
کوئی بھی منتظر نہ تھا
کوئی بھی ہمنوا نہ تھا
عجب سنسان رستہ تھا
نہ جس کی ابتدا کوئی
نہ جس کی انتہا کوئی
یہ کیسا سلسلہ تھا کہ
وہ جس کا یہ تقاضا تھا
کہ ہم محرومِ کُل ہو کر
محبت کی طرف آئیں
قیامت میں سمجھ آیا

محبت صرف دھوکہ ہے
محبت چھوڑ آئے ہم
جہاں پر آ گئے ہیں ہم
اسی کو عشق کہتے ہیں

سنو

سنو!
ہم آج اک وعدہ کریں مل کر
کہ یہ عادت بدل ڈالیں
ہمیشہ ساتھ رہنے کی
ہمیشہ ساتھ دینے کی
خبر کیا ہے
کہ کل کیا ہو
اگر ہم تم بچھڑ جائیں
تو پھر زندہ ہی مر جائیں
سنو! سنتے ہو تم جاناں
کہو نا تم بھی کچھ جاناں

نظر اُٹھی کہا اس نے
کبھی ایسا نہیں ہوگا
کہ ہم عادت بدل ڈالیں
ہے جب تک دم میں دم اپنے
تو ہنس کے پیار میں جی کر
امر کر دیں گے جیون کو
جو ہوگا
دیکھا جائے گا

خوش فہمی

کاگا جب منڈیر پہ بولا
میں سمجھی وہ آئے گا
دیر تلک رستہ بھی دیکھا
لیکن پھر مایوس ہوئی
بچپن میں نانی دادی سے
اکثر سنتے رہتے تھے
کاگا جب منڈیر پہ بولے
کوئی مہماں آتا ہے
یا پھر آٹے کو گوندھیں
اور چٹکی سی جب دور گرے
تب کوئی اپنا آتا ہے

لیکن دونوں کام ہوئے
کاگا بول کے پار گیا تھا
آٹا اُڑ کے دور گیا تھا
لیکن وہ کب آیا تھا
دل کو میں نے یہ سمجھایا
فرحؔ ایسی ساری باتیں
دل کو بس بہلاتی ہیں

بادِ صبا

بتا بادِ صبا مجھ کو
مرے ان پاؤں میں تم نے
کبھی پائل نہیں باندھی
تو پھر دل کی سماعت میں
یہ چھن چھن کی صدا کیسی
خزاں موسم کے لمحوں میں
مہک پھولوں کی کیسی ہے
اگر میری ضرورت ہے
تو میرے پاس آجاؤ

ذرا سی گفتگو کر لو
سناؤ حالِ دل اپنا
مرا بھی حالِ دل سن لو
زمانے سے بڑی بے زار رہتی ہوں
منافق لوگ جلتے ہیں
عجب تنہائی کا رش ہے
مجھے کچھ بھی نہیں بھاتا
محبت روٹھ جاتی ہے

عشق کی بندگی

محبت پل کا قصہ ہے
مگر اس ایک پل میں بھی
ہزاروں سال دوری کے
بہت سے اَن کہے قصے
مرے دل کو مسلتے ہیں
کبھی مجھ کو ہنساتے ہیں
کبھی مجھ کو رُلاتے ہیں

عداوت دور کرتے ہیں

حقارت دور کرتے ہیں

جو دل میں ہوگئی پیدا

شکایت دور کرتے ہیں

ذرا سن اے مرے دلبر

اگر دل کے دریچوں میں

اور اکھیوں کے جھروکوں میں

محبت کی ادا بھی ہو

محبت میں وفا بھی ہو

ادائے دلبری بھی ہو

خلوصِ عشق کامل ہو

زمانہ بھی نہ حائل ہو

خلوصِ بندگی بھی ہو

تو پھر کیسا یہ شرمانا

تو پھر کیسا یہ اِترانا

درِ محبوب پہ جھک کر

حصولِ عشق کی خاطر

محبت کو اَمر کر دو

کوچۂ یار

کوچۂ یار میں جاؤں
تو بھلا کیسے جاؤں
پاسِ آداب نہیں
شعلۂ گفتار نہیں
دل میں اقرار تو ہے
ہونٹوں پہ اظہار نہیں
کوچۂ یار میں جا کر
میں بتاؤں کیسے

لوگ ملتے ہیں مگر
عشق سے بیگانے لوگ
میں تو خوابوں میں بھی
سچ ڈھونڈنے چل پڑتی ہوں
لوگ ملتے ہیں مگر
صاحبِ کردار نہیں
اپنے کردار پہ وہ لوگ
نہیں شرمندہ
میں کسے رُودسناؤں
ہے بھروسہ کس پر
یوں بظاہر تو اجالا ہے
مگر اس کے اندر

میں نے دیکھا ہے ہمیشہ
ہی کسی رات کا عکس
کوچۂ یار میں
سانسوں کو سکوں ملتا ہے
بے سکونی سے میں آزاد
نہیں ہو سکتی
کوچۂ یار میں آباد
نہیں ہو سکتی

اپنے بیٹوں کے نام

سنو! میرے حسن، حمزہ
جیو دونوں قیامت تک
جہاں کی بے ثباتی سے
کبھی تم کو نہ آنچ آئے
زمانے کے مصائب اور خطروں سے
نہیں ڈرنا
کہیں اپنے اصولوں کا
کبھی سودا نہیں کرنا
جہاں میں بسنے والے ان
سبھی لوگوں کی دل سے قدر کرنا تم

غریبوں کی مدد کرنا
ہجومِ دوستاں ہو تو
بھری محفل میں ہنس لینا
اگر دل ہو دُکھی تھوڑا
تو تم خلوت میں رو لینا
کبھی تنہائی مل جائے
تو اپنا جائزہ لینا
کسی دُکھتے ہوئے دل کو
محبت کی دوا دینا
کسی کا راز مل جائے
لبوں کو اپنے سی لینا
ہمیشہ سچ کی رہ پہ چل کے بچوں کو سکھانا بھی
کبھی جو سچ کا دامن چھوٹ جائے تو
خدا کے روبرو جھکنا

وہی ساری خطائیں بخش دیتا ہے
مرے مولا! میں اک ماں ہوں
مری یہ التجاسُن لے
زمانے کی مصیبت سے
مرے بچے بچا لینا

بھائی کے نام

مرا اک کام کرتے ہو
ہاں میرا کام کردو بس
وہی بچپن کی سوغاتیں
وہی لمحے، وہی باتیں
کہیں سے ڈھونڈ کر لا دو
وہی پھر بیٹھ کر کھیلیں
وہ گلیاں ڈھونڈ کر لا دو

وہ لڑنا، وہ جھگڑنا بھی
جھگڑ کر مان جانا بھی
وہ مل کے سب کا آنگن میں
کھجوریں کھا کے ہنس دینا
وہ دن گرمی کے موسم کے
وہ راتیں سرد راتوں کی
وہ لڈو، رونچیاں لا دو
مرا یہ کام کردو بس
وہ روٹی گرم بیسن کی
وہ بوڑھی اماں تندوری
یہ چاہت سے بناتی تھی
بنا کر ہم کو دیتی تھی

وہ ہم سے پیار کرتی تھی
تمہیں سب یاد تو ہوگا
وہ بچپن کے حسیں لمحے
وہ ماں کی گود تھی پیاری
وہ مل کر کھیلنا، پڑھنا
مرا یہ کام کر دو نا!
مرے بھائی! وہ لا دو نا!

ماں

بہت ہی یاد آتی ہو
مجھے ماں یاد آتی ہو
اگر میں خواب میں دیکھوں
کھلی آنکھوں سے دیکھوں گر
نظر بس تم ہی آتی ہو
مجھے ماں یاد آتی ہو
وہ بچپن یاد آتا ہے
وہ لمحے یاد آتے ہیں
ترے آنچل کی چھاؤں میں
ہمیشہ یاد آتی ہو

جدا جب سے ہوئی ہو تم

مقدر ہے خفا مجھ سے

خوشی کا چاند یوں ڈوبا

کہ اب تک ہے جدا مجھ سے

سوا تیرے اندھیرا ہے

مجھے پل پل رُلاتی ہو

مجھے ماں یاد آتی ہو

خواب

وہ خواب تھا

یا کوئی حقیقت

کہ ماں کو دیکھا

خوشی خوشی وہ یہ کہہ رہی تھی

یہ گھر ہے میرا

سجا سجایا

اڑھائی گز کا

ہے اس کو میں نے ہی

خود سجایا

نہ باپ شوہر

یا بیٹے کا گھر

یہ گھر ہے میرا

کہ اس کے کتبے پہ نام میرا

ہے قبر کا گھر مقام میرا

بہار

خوشبوؤں کا ڈیرہ ہو

رقص بھی گُلوں کا ہو

جب بہار آتی ہے

دل میں ٹیس اُٹھتی ہے

یاد کے دریچے میں

اس کی یاد آتی ہے

اک حسین وادی ہے

ڈوبتی ابھرتی ہوں

اس کے ساتھ چلتی ہوں

دل کا شیشہ

یہ بات ہے برسوں پہلے کی
وہ جب بھی شیشہ تکتی تھی
اک شخص کا چہرہ دِکھتا تھا
وہ تھوڑا سا ڈر جاتی تھی
کچھ سوچوں میں بھی اُلجھی تھی
اک اَن دیکھا سا چہرہ تھا
اپنا اپنا سا لگتا تھا

وہ سہم گئی اس منظر سے
لیکن خواہش بھی جاگ اُٹھی
یہ چہرہ سامنے آ جائے
برسوں تک ڈھونڈا تھا اس کو
موسم کے سب رنگوں میں
خواہش کے سب شہروں میں
چاہت کے سب رستوں میں
شہروں میں سب قصبوں میں
دنیا کی اس بھیڑ میں آخر
اک دن اس نے دیکھا اس کو
چاہا اس سے بات کرے وہ
لیکن بھیڑ زیادہ تھی

ہو گیا آنکھ سے اوجھل آخر

آس کا دامن چھوٹ گیا پھر

دل کا شیشہ ٹوٹ گیا پھر

پیار وہیں پہ روٹھ گیا پھر

ہر اک سپنا ٹوٹ گیا پھر

سوچ

سوچ کے اتنے گہرے پہرے

گھات لگائے بیٹھے تھے

سوچوں سے وہ جیون کو بھی

آگ لگائے بیٹھے تھے

وقت نے ٹوکا، وقت نے روکا

سوچوں کے یہ محل مُنارے

ڈھ کر روگ لگاتے ہیں

سوچوں کی دنیا میں رہ کر

جیون کو برباد نہ کر

تیرے سامنے سچ کا رستہ
اس پر چل کر آگے بڑھ
سوچنا ہے تو سوچ انوکھا
کام کوئی تُو ایسا کر
جس کے ہو جانے سے آخر
ایک حقیقت سامنے آئے
ایسا رستہ تُو بھی چن لے
جس پہ چل کر ہر اک ساتھی
جیون روشن کر پائے
پیار محبت بانٹ تو سب کو
جس سے ہر دُکھ ڈر جائے

پاک وطن

اے پاک وطن، اے پاک وطن
تُو ایک چمکتا چاند رہے
تری آن کا سورج یوں چمکے
ترے نام کی کرنیں روشن ہوں
ہر دل میں پاکستان رہے
ہر سُو موسم ہوں چاہت کے
ہر دل میں پیار تمہارا ہو
دنیا کے کونے کونے میں
ترا اونچا چاند ستارہ ہو

یہ دنیا بھی حیران رہے

ہر دل میں پاکستان رہے

ہر ہاتھ میں تیرا پرچم ہو

یہ سب کی خاص نشانی ہو

چاہے وہ بولی جو بولے

ہر بندہ پاکستانی ہو

بس خوشیوں کا سامان رہے

ہر دل میں پاکستان رہے

یہ طے ہے کرنا (پہلا حصہ)

وطن کی خاطر ہے کس نے مرنا

ہے کس نے جینا، یہ طے ہے کرنا

مرے وطن پہ نہ آنچ آئے

ہے اس کی خاطر ہمیں سنورنا

یہ طے ہے کرنا

وطن کو نقصان جو بھی دیں گے

ہم ایسے لوگوں کی جان لیں گے

قریب آئیں گے جو بھی دشمن

انہیں وطن سے ہے دور کرنا

یہ طے ہے کرنا

کریں گے محنت وطن کی خاطر
ہماری چاہت وطن کی خاطر
یہ عہد مل کر کریں گے سارے
کہ مل کے دن رات کام کرنا
یہ طے ہے کرنا
نثار کر دیں گے جان اپنی
وطن کی عظمت ہے شان اپنی
کوئی بھی دشمن ہو سامنے گر
ہمیں کسی سے نہیں ہے ڈرنا
یہ طے ہے کرنا

یہ طے کیا ہے (دوسرا حصہ)

یہ طے کیا ہے، ہاں طے کیا ہے
کہ اپنے پیارے وطن کی خاطر
ہاں نسلِ نو کی خوشی کی خاطر
جئیں مریں گے
انہی کے حق میں اب ہم لڑیں گے
یہ طے کیا ہے
ہے وقت کا بھی یہی تقاضا
نظام الٹا ہوا ہے سارا
یہی تو اپنی ہے ذمہ داری
کریں ہم آئین کی پاسداری
بنائیں شیوہ ایمانداری

کوئی ہو غاصب، کوئی لٹیرا
اسے وطن سے بھگائیں گے ہم
یہ طے کیا ہے
وطن ہو میرا امان کا گھر
جہاں پہ شیطان کا نہ گھر ہو
وطن کو اپنے ہے یوں بچانا
نہ ہو لٹیروں کا یہ ٹھکانہ
یہ طے کیا ہے
نہ سستی عزت غریب کی ہو
نہ اونچی بستی امیر کی ہو
امیر حاکم امیر تر ہو
یہاں پہ مفلس غریب تر ہو
نہ ہونے دیں گے
یہ طے کیا ہے

خدا کا ڈر ہو دِلوں میں سب کے
نہ کھائے کوئی کسی کے حق کو
ہم اپنا لیڈر چنیں گے ایسا
عوام کی جو کرے گا عزت
وہ جس کو ہوگی ہر اک سے اُلفت
وطن کا پرچم بلند کر کے
نہیں جئے گا کسی سے ڈر کے
سبھی نے مل کر یہ طے کیا ہے
ہاں طے کیا ہے

عورت

کسی بھی عہد میں عورت کے غم نہیں بدلے
کسی بھی عہد میں اس پر ستم نہیں بدلے
اسے وجود ہی سمجھا گیا ہمیشہ سے
ہر ایک گام پہ لُوٹا گیا ہمیشہ سے
یقیں کریں کہ اسے اب بھی حق نہیں دیتے
وراثتوں میں اسے کیوں زمیں نہیں دیتے
مقام اس کا بتایا گیا شریعت میں
کبھی سکوں نہیں ملتا اسے محبت میں
ہنر اسی کا ہے تخلیقِ نسلِ آدم کا
دیا گیا اسے تحفہ ہمیشہ کیوں غم کا

یہ ماں، بہن، یہی بیٹی، یہی شریکِ حیات
جہاں کے حسن کی وجہ رہی ہے اس کی ذات
اسے نہ پاؤں کی جوتی سمجھ ارے ناداں
اسے بھی اپنی طرح سے سمجھ کبھی انساں
ستم گرو نہیں بے بس رہی ہے اب عورت
وہ دور اور تھے پستی رہی ہے جب عورت
یہ اپنے حق کی صدا اب نہیں دبائے گی
قسم خدا کی ستم اب نہیں اُٹھائے گی

ٹوٹی کرچیاں

زندگی کے لمحوں میں
فیصلوں کے قصوں میں
مان توڑنے کو یوں
ذکر گزرے ماضی کا
اس طرح نہیں کرتے
کچھ کہا نہیں کرتے

اَن کہے سے قصے سب
راز کھول دیتے ہیں
راز کھول دینے سے
ڈھیر سے سوالوں کے
خواب سے خیالوں کے
اَن کہے حوالوں سے
خواب ٹوٹ جاتے ہیں

خواب ٹوٹ جانے سے
دل بھی ٹوٹ جاتے ہیں
رنگ سب بکھرتے ہیں
ٹوٹی کرچیاں چننا
تم سے جاں نہیں ہوگا

خواب کے سہارے پر
سانسیں تیری چلتی ہیں
سوچیں بَین کرتی ہیں
غم کا نوحہ لکھتی ہیں

جو بھی جھگڑے جھیڑے ہیں
موسموں کے پھیرے ہیں
درگزر خطائیں سب
بھول جا مری جاں سب

دل کی بات تم جاناں
دل میں ہی چھپا لینا
ان حسین بانہوں میں
زندگی کی راہوں میں
ان ادھورے خوابوں کی
دیکھ لینا تعبیریں
آگے بڑھنا سیکھو تم
ہنس کے جینا سیکھو تم

عشق

جنتر منتر پڑھ کے لاکھوں
عشق کی بازی جیتی
اندھا عشق یہی نہ جانے
اس پہ کیا کیا بیتی
حُسن ہوا تھا اتنا بے بس
بات کوئی نہ کیتی
نینوں میں تھا دریا بہتا
من کے آنسو پیتی
عشق کے اُدھڑے زخموں کو وہ
سوزنِ خار سے سیتی

پنجابی/سرائیکی

توں تے میںنڈی جان اے سوہنڑا
دس ہن کی فرمان اے سوہنڑا

دل چوں سارے گنجل کڈ دے
دل دا توں درمان اے سوہنڑا

اپنے پھٹ وچھوڑے لائے
میں وی تے انسان اے سوہنڑا

بندے دی پہچان توں کر لے
ہر کوئی نہ شیطان اے سوہنڑا

دل دی گل جے کر دیندا توں
ہو جاندی قربان اے سوہنڑا

تیرے باجھوں سُنجیاں راہواں
اس گھر دی توں شان اے سوہنڑا

ہُن وطناں نوں مُڑ کے آ جا
مُکدی جاندی جان اے سوہنڑا

دل وچ پیار دا قرار ہونڑا چاہیدا
چُھدیاں اکھاں توں فرار ہونڑا چاہیدا

من ہووے روندا بھاویں اکھاں ہون بھجیاں
بُلاں اُتے ہنسی دا خمار ہونڑا چاہیدا

دکھاں دی ھنیری وچ ڈب کے وی سوچنا
کوئی کتھے اک دلدار ہونڑا چاہیدا

رُسنا اے ڈاڈا اوکھا مننا وی نئیں سوکھا
مانڑ کرن والا پیارا یار ہونڑا چاہیدا

دل دیاں گلاں پھولاں جدے نال ہس کے
فرحؔ جیا اک غم خوار ہونڑا چاہیدا

کڑیئے نی کڑیئے
پیار دیئے پڑیئے
آ جا رَل کھیڈیے
رنگاں نوں سمیٹئیے
جیہڑے پل مل گئے
انہاں نوں سجا لیئے
گڈیاں پٹولے وی
تے یاد بڑے آن گے

کنچے، ٹاپو، چینجو، پینگاں
مُڑ کے نہ آن گے
پِٹھو گرم کھیڈنا
یاد بڑے آن گے
ویلا ٹُر جاوے گا
مُڑ کے نہ آوے گا
ویلے یاد کراں گے
اَکھیں ہنجو بھراں گے

او ہائی میڈے دل دا جانی
ٹُر گیا ڈے کے ہجر کہانی
اپنے ڈُکھ ہا آپ ونڈیندا
دل دا حال ہا روز لوکیندا
گھر دا ویڑھا سُنج کر ٹُر گئے
کلہا رہوݨ اَوکھا لگدے
ساکوں چھوڑ کے توں تاں ٹُر گیئں
اکھیں ہنجو نال توں بھر گیئں
لوک ڈسیندن کلہا روندیں
ہجر دی بھاء وچ سڑدا راہندیں

ڈبل ڈیوٹی مِل وچ کر کے
پل پل گھر کوں یاد کریندیں
اوکھے وقت کلہیپے دے وچ
اپنے دل کوں آپ مریندیں
ہݨ توں واپس ول آ جانی
کٹھے رَل کے ڈُکھ سکھ ڈیکھوں
کٹھے جیووں، کٹھے مروں
اللہ رزق رسان اے دلبر
ساڈا اے ایمان اے دلبر

مصنفہ کی مطبوعہ کتب

1۔ یادوں کا سفر پاکستان (نثر) 2010ء

2۔ اک لمبی جدائی (شعری مجموعہ) 2017ء

3۔ اجازت تم کو دیتی ہوں (شعری مجموعہ) 2021ء

4۔ نہیں رہیں گے (شعری مجموعہ) 2024ء

مصنفہ کی زیرِ ترتیب کتب

1۔ سماع (قوالی)

2۔ سچی کہانیاں

3۔ یادوں کا سفر (انڈیا)